ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

مومن اوران کا عہد ان کی عشقیہ مثنویات کے آئینے میں

Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Mushtaq Ahmad
Hafiz Utban Ullah
Professor (R)___Govt. S. E. College Bahawalpur Drzawarhussain786@gmail.com
PhD Scholar Urdu National College of Business Administration $
Economics Sub Campus Bahawalpur Mushtaqkharal46@gmail.com
PHD Scholar Urdu National College of Business Administration $
Economics Sub Campus Bahawalpur utbanullah1350@gmail.com

Abstract

Days encompass the cycles of light and darkness - one complete cycle is called a day and night, or simply a day. Days hold distinct importance for celebrating joy and sadness. certain days also serve as occasions for performing religious rituals. Many religions worldwide celebrate special days throughout the year, each imbued with rich cultural and historical significance. The significance of days varies across different religions and philosophies. The Jewish Sabbath is dedicated to spiritual observance and rest. Hanukkah: Celebrates the rededication of the Second Temple in Jerusalem after its desecration. Rosh Hashanah (Jewish New Year) and Yom Kippur (Day of Atonement) are the most solemn days in Judaism. Easter: Commemorates the resurrection of Jesus Christ from the dead, marking the culmination of Lent and signifying victory over death. Sunday: Considered the holy day in Christianity, commemorating the resurrection of Jesus Christ. Christmas: Celebrates the birth of Jesus Christ, observed with festive decorations, gift-giving, carols, and special church services. Friday: The designated day of communal prayer for Muslims. Eid al-Fitr: Marks the end of Ramadan, the holy month of fasting and spiritual reflection. Eid al-Adha: Commemorates Abraham's willingness to sacrifice his son Ishmael in obedience to God. Days are seen as signs of God's creation and blessings. They represent opportunities for God's mercy and grace to shower upon His creations. The interpretation and meaning of days differ across religious and philosophical frameworks. While Abrahamic faiths emphasize days as divine manifestations, non-Abrahamic traditions utilize them for joyful celebrations and ritualistic practices.

Keywords Ayam, youm, Nahar, Ysh'akh, Sabbath, Christmas, Lent, Easter, Rosh Hashanah, Yom Kippur, Eid ul fit, Eid ul Adha.

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

مومن خاں مومن کا عہد انیسویں کی ابتداء سے وسط صدی تک کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مغلیہ سلطنت کے جاہ و جلال کا سورج گہنا چکا تھا۔ چہار سمت زوال و ابتذال کا تسلط تھا۔ اس عہد کے نام نہاد شرفاء اور اہل علم بھی اس دور زوال میں کوئی قابل ذکر کردار ادا کرنے میں ناکام رہے، کیوں؟ اس وقت دہلی کی تہذیب و ثقافت کی حالت کیا تھی؟ ملک کی اقتصادی حالات اور طالع آزما قوتوں نے کس طرح دہلوی تہذیب کو شائستگی اور شرافت کے حدود سے نکال کر حرص و ہوس کی زمین بنا دیا تھا؟۔ یہ سوال ایک الگ مقالے کا متقاضی ہیں۔ مگر اتنا جان لینے میں کچھ حرج نہیں کہ کسی بھی عہد یا شخصیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے اس عہد کے تمدنی، تہذیبی اقتصادی اور سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ علمی اور ادبی سرگرمیوں کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ تمام حالات بڑی حد تک کسی بھی معاشرے کے نظام اخلاق و اقدار کے تابع ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اب کچھ صیغہ راز نہیں رہی کہ دہلوی تہذیب کے نمائندہ افراد 19ویں صدی میں گھٹیا قسم کی عورتوں سے ربط و ضبط کے باعث بدترین اخلاقی زوال کا شکار ہو چکے تھے۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، مکر و فریب، غیظ و غضب، کاہلی و کم ہمتی، مفاد پرستی اور تنگ نظری اور کوتاہ فہمی جیسے امراض کو دہلوی معاشرہ اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے تھا۔ اس عہد کے اکثر امراء اور اعیان سلطنت، ادباء و شعرا، یہاں تک کہ درگاہوں کے سجادہ نشین بھی اپنی اخلاقی حالت تباہ کر بیٹھے تھے۔

یقیناً "دہلوی تہذیب کی مذہبی حالت کچھ قبل رشک نہ تھی۔ میر اثر دہلوی کی مثنوی "خواب و خیال" اس عہد کے ادب و روایات کی نہایت بین مگر رکیک ترین دلیل ہے۔ عطاءاللہ پالوی نے تذکرہ شوق میں لکھا ہے کہ کیسا اندھیر ہے کہ میر اثر دہلوی ایک خانقاہ کے سجادہ نشین ہو کر مثنوی "خواب و خیال" لکھیں۔ جس میں خدا تعالی کو اپنا معشوق بنا اور بتا کر پھر معشوق کے "پستان" کی تعریف میں اس قبیل کے شعر کہے:

کون پتھر کی ذات چھاتی ہے
سختی دل تو ہی دکھاتی ہے
چھاتیاں ہیں کہ ہیں یہ رنگترے
ہے بجا کہے خواہ سنگترے
دل رہے ہے ہمیشہ گھات کے بیچ
کیونکہ لاؤں انہیں ہاتھ کے بیچ
گر فرشتہ ہو وہ بھی گھات لگائے
کہ کس طرح اس کو ہاتھ میں لائے (۱)

میر اثر دہلوی نے اسی مثنوی میں
اندام نہانی کے بارے میں جو اشعار لکھے ہیں، ان کا رنگ کچھ یوں ہے :

کچھ نہ کہہ زیر ناف کیسا ہے
رفتہ و شستہ صاف کیسا ہے
ہوس اس کی جو کوئی دھرتے ہیں
اس جگہ جا کے پانی بھرتے ہیں
تنگ یوں تو نپٹ ہے تیرا دہاں

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

نہیں تنگی میں، کم، یہ بھی مکاں

اس انداز پر یہ دہانا ہے

دونوں کا ایک شامیانا ہے

فرق چھوٹے نہ کچھ بڑے کا ہے

یہی بس "آڑے" اور "کھڑے" کا ہے (۲)

معلوم نہیں "اندام نہانی" کے موضوع پر لکھے گئے ان اشعار کو دہلوی معاشرہ کثافت کی ذیل میں لاتا تھا یا نہیں۔ پایۂ اخلاق سے گری ہوئی عریانیت اور برہنہ وبے پردہ جذبات کا اظہار شاید اس تہذیب کا طرۂ امتیاز رہا ہو۔ شاید ان کے فلسفہ اخلاق میں اس قسم کے ادب کی گنجائش موجود ہو۔ شاید عریانی، فحش نگاری اور ابتذال کے معنی ومفہوم سے دہلوی تہذیب نے سمجھوتہ کر لیا ہو۔ اسی لیے تو اثر دہلوی "معاملات وصل" کے بے مہابا اظہار میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ کچھ اشعار کا رنگ دیکھیے:

لب دبے پر تو وعدے کر جانا

لیک وقت آئے پر مکر جانا

دامن ایدھر سے اودھر لے آنا

ڈھانپتے ڈھانپتے ہی کھل جانا

وہ تراڈھیلے چھوڑ دینا بے بس

"وہ تیرا سست ہو کے کہنا" "بس

وہ تیرا واشگاف ہو جانا

پھر وہ لڑ بھڑ کے صاف ہو جانا (۳)

اسی قبیل کے اشعار کو دیکھتے ہوئے عطاء اللہ پالوی طرفداری کی بجائے حق گوئی پر اتراتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

آخر یہ کیا مصیبت ہے؟ یہ کیا ظلم ہے؟ یہ کیا زبردستی ہے؟ ذرا کوئی باحیا حضرت خواجہ میر اثر رحمت اللہ علیہ کی صوفیانہ مثنوی "خواب وخیال" کو تو اٹھا کے دیکھیں کہ کیا حال ہے؟ مگر ہے کوئی حیادار جو "خواب وخیال" کو مقہور اور میر اثر کو عریانیت کے سبب مردود قرار دے؟ (۴)

المختصر میر اثر کا سا مقتدر اور پاک باز صوفی جب ابتذال کی اس حد کو پہنچ چکا ہو کہ محبوب کا "سراپا" بیان کرتے ہوئے "اندام نہانی" پر شعر لکھے، تو باقی تہذیب کس رنگ میں رنگی ہوئی ہو گی اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ اسی لیے جب ناقدین نے مومن خاں مومن کی مثنویوں کی عریانیت کو ہدف تنقید بنایا تو حیات مومن کے مصنف ضمیر الدین احمد عرش نے دفاع کرتے ہوئے لکھا:

معترضین کا جواب دینا ضرور ہے۔ یعنی وہ لکھتے ہیں کہ یہ مثنویاں عریانی احوال سے بھری ہوئی ہیں اور ان کا اثر اخلاق پر اچھا نہیں پڑ سکتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مثنوی خواب وخیال مصنفہ میر اثر برادر خواجہ میر درد یا ان مثنویوں سے بھی زیادہ خراب ہیں جن کے اشعار میں یہ مصرعہ بھی داخل ہے کہ ع ساری کھٹیا لہولہان ہوئی" (۵)

ایسے میں اہل دہلی کی مذہبی حالت بھی کچھ قابل رشک نہیں تھی۔ تفرقہ بازی نے شہزادگان، امراء اور خالص علمی اور مذہبی گھرانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

خود شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خاندان میں دو طرح کے اعتقاد رکھنے والے پیدا ہو گئے تھے۔ مفتی صدرالدین آزردہ اور رشیدالدین خاں مراد آبادی جیسے بزرگوں کا دعوی تھا کہ حنفی

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

مسلک، جس پر شاہ عبدالعزیز صاحب گامزن تھے، مذہب حق ہے۔اور مولوی سید احمد شہید کے متبع اور خلفاء مولانا عبدالحئ صاحب داماد شاہ عبدالعزیز اور مولانا محمد اسماعیل شہید برادر زادہ شاہ عبدالعزیز صاحب گمراہ ہیں۔ یہاں تک کہ دہلی کی شاہی مسجد میں دوران وعظ دونوں گروہوں میں جھگڑا ہوا۔

ہم دہلی کی تہذیبی، مذہبی اور اخلاقی حالت کا جائزہ لے چکے۔اب ہم مومن خاں مومن کی شخصیت کو ان کی عشقیہ مثنویوں کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کریں گے۔اس میں تو شبہ نہیں کہ مومن نے شعر وادب میں قابل قدر سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ جس میں غزلیں، قصائد مثنویات اور خطوط شامل ہیں۔ مگر مومن اور ان کے عہد کی اصلی اور حقیقی تصویر ان کی غزلوں یا خطوط میں نہیں ملتی بلکہ اس کے لیے ان کی مثنویوں کا مطالعہ زیادہ اہم ہے۔ مومن خاں مومن حیات اور شاعری کے مصنف لکھتے ہیں:

"خطوط سے ان کے حالات زندگی اور شخصیت پر زیادہ روشنی نہیں پڑتی کیونکہ وہ زیادہ تر محمد شاہی طرز میں لکھے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ غزل اپنی ساخت اور مزاج کے اعتبار سے تفصیلات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ لیکن ان کی مثنویوں سے اس ضمن بہت مدد مل سکتی ہے کیونکہ یہ مثنویاں ان کی آپ بیتیاں ہیں۔"(۶)

مگر اس سے پہلے کہ ہم مومن کی عشقیہ مثنویوں کا جائزہ لیں، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ مثنویاں مومن کی آپ بیتیاں ہی ہیں یا خیالی اور تصوراتی کہانیاں ہیں۔ مومن کے سوانح نگاروں میں سے اکثر نے بے جا طرفداری کے باوجود ان عشقیہ مثنویوں کو مومن کی داستان حیات کے منظوم اوراق قرار دیا ہے۔ ظہیر احمد صدیقی کہتے ہیں:

ان کی حیات معاشقہ میں بہت سے عشق ملتے ہیں۔ مومن کی کلیات میں چھ مثنویاں ملتی ہیں اور ہر ایک ان کے عشق کی داستان ہے"(۷)

وہ مزید لکھتے ہیں :

"یہ تمام کہانیاں ایک شخص کے گرد گھوم رہی ہیں اور وہ خود شاعر کی ذات ہے۔ یہ تمام واقعات ایک سرزمین سے شروع ہو کر وہیں پر ختم ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان مثنویوں کے پلاٹ میں صداقت کے باوجود تنوع اور ہمہ گیری نہیں ہے۔اس کے مرکزی کردار کے گرد کچھ محبوبائیں چند لمحات کے لیے سامنے اتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں اور مرکزی کردار تنہا رہ جاتا ہے۔"(۸)

اس ضمن میں ڈاکٹر حکیم چند کہتے ہیں:

"مومن نے اپنے خاندان کی عزت اور شہرت کے باوجود اپنے معاشقوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ تمام حالات پوست کندہ بیان کر دیے ہیں".(۹)

وہ مزید لکھتے ہیں :

"1242ھ میں مومن کی شادی ہو گئی لیکن ان کا کاروبار عشق جاری رہا".(۱۰)

ڈاکٹر حکیم چند صاحب نے صاف لکھا ہے:

"مومن نے مولانا سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن یہ بیعت بھی برائے بیت تھی اس نے ان کی زندگی اور کاروبار عشق پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ان کے چار معاشقے بیعت کے بعد کے کارنامے ہیں"(۱۱)

ان ناقدین کی آرا کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ عشقیہ مثنویاں مومن کی جوانی اور بعد از جوانی کے حقیقی واقعات ہیں جن کو مومن نے مثنویوں کی صورت دے دی ہے۔ ان معروضی حالات کی روشنی یا تاریکی کو بغیر کسی تعریف و تعصب کے سامنے رکھا جائے تو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ مومن جب نو برس کے تھے اور حفظ قران میں مشغول تھے تو پڑوس کی کسی شریف زادی سے آنکھیں لڑائیں۔ تعلیم سے توجہ ہٹ گئی۔ محبت بڑھتی گئی اور تعلیم گھٹتی گئی۔ بارہویں سال تک تعلیم چھوڑ چکے تھے۔ مومن کی عمر نو برس سے کم ہو یا زیادہ ہو اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس عہد میں نام نہاد شرفاء اپنے بچوں کی تربیت کس رنگ سے کرتے تھے؟ یہ حقیقت سامنے ہے کہ اوائل عمر سے ہی نوجوانوں کی توجہ

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

عورت کی طرف منعطف ہو جایا کرتی تھی۔اور ایسا تب ہوتا ہے جب خاندانی پس منظر روشن اور فراخ نہ ہو۔جب مناسب تربیت نہ ہوئی ہو؛مزید برآں مزاج میں کجی اور بے راہ روی کا دخل ہو تو جنسی عشق کے برملا اظہار کو حیات سوز نہیں سمجھا جاتا۔یہی وجہ ہے کہ مومن نے اپنی مثنویوں میں پیکر حسن محبوبوں کے معصوم محبت کو بر سر عام رسوا کرنے کو شیوہ عاشقی سمجھا ہے۔

مومن کی پہلی شادی سردھنہ میں 1242ہجری میں ہوئی دوسری شادی خواجہ محمد نصیر رنج کی دختر سے 1245ھ میں ہوئی مگر ان کے عشق و محبت (جسے اہل دہلی رندی کا نام دیتے رہے ہیں) کے سلسلے جاری رہے اور مومن کی شادی کے بعد بھی تائب نہیں ہوئے۔قلب علی خاں رام پوری کہتے ہیں:

"مومن 1250ہجری مطابق 1834ء کے بعد بھی دعوی اتقا نہیں کرتے اور حدیث صنعاں کے پیش نظر ارادہ حج سے باز رہتے ہیں اخر کیوں؟جس کی عمر کا بیشتر حصہ رندی اور بے باکی میں گزرا ہو اس کو مصلح اور متقی بنانا حیرت انگیز امر ہے۔"(۱۲)

اب ہم ایک ایک کر کے مومن کی تمام مثنیوں کا جائزہ لیں گے اور ان مثنویوں کے چیدہ چیدہ اشعار کے ذریعے اس عہد کی اور مومن کی اخلاقی اور ہوسناکی کی صورتحال کا جائزہ لیں گے۔

مومن نے پہلی محبوبہ سے ملاقات کا حال اپنے پہلی مثنوی 'شکایت ستم'،(1231ھ) میں لکھا ہے کہ یہ پہلی محبت کسی طواف سے نہیں بلکہ شریف گھرانے کی لڑکی سے تھی۔

آخر ان کی چوری چھپے کی محبت کا راز کھل گیا لوگوں میں چرچے ہونے لگے:

جب پڑی دونوں کی، قلق کی دھوم
اتنے ملنے سے بھی ہوئے محروم
اس نے ناچار، پھر چھپایا منہ
اس وفا پر نہ پھر دکھایا منہ
ہوئی شادی ہمارے ہاں ایک بار
آئی مہماں وہ دولت مدار
ایک خالی مقام میں آکر
مل گئی چپکے چپکے ڈھب پا کر(۱۳)

مگر مومن کی یہ پہلی محبوبہ جلد ہی وفات پا گئی۔مثنوی سے یہ راز نہیں کھلتا کہ رسوائی سے تنگ آکر اس نے اپنی زندگی ختم کر لی یا اس کے اعزہ واقربا نے اس کی جان لے لی۔

بہر حال محبوبہ کے مر جانے پر مومن ملول و غمزدہ رہنے لگا۔بلکہ زہر پھانکنے کا پروگرام بھی بنایا تا کہ سب فرزانوں کو دیوانہ بنایا جا سکے۔یوں ہی رات دن گذر رہے تھے۔کہ اچانک ایک زہرہ جبیں سر بالیں جلوہ افروز ہوئی تو اس رشک ماہ نے مومن سے ناتوانی کا احوال دریافت کیا اور پھر نہایت دل نشیں انداز میں نہایت حکیمانہ نصیحتیں کی کہ مرنے والوں کے ساتھ کوئی نہیں مر جاتا اور مشورہ دیا:

حظ اٹھا ذرا جوانی کے
کچھ مزے دیکھو زندگانی کے(۱۴)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

مومن تو کسی پری چہرہ کے متلاشی تھے۔ سو مومن کو اس پری چہرہ سے عشق ہو جاتا ہے اور دونوں اکثر مست اختلاط رہنے لگے۔ مومن اس محبوبہ سے معاملات وصل کا بیان ان الفاظ میں کرتے ہیں:

دائمہ ساغر، سبوبے کار
مستی، اشتیاق، بوس و کنار
کوئی یا تو ہٹ گئے ناچار
ورنہ ہر لحظہ شغل بوس و کنار(۱۵)

یہ سلسلہ بوس و کنار جسے دہلویت کہیں یا لکھنویت، دہلی میں جاری تھا کہ :

ایک دن ہم موافق معمول
تھے نشاط و سرور میں مشغول
بادۂ شوق و وصل سے مدہوش
محو لذت بوسہ و آغوش(۱۶)

کہ اسی عالم میں دونوں کو نیند آگئی ایک عورت نے آکر اس ناگفتہ بہ حالت میں دونوں کو دیکھ لیا بقول مومن اس تباہ کار نے بدنام کر دیا۔ یوں "بدزبان لوگ" اس قصے کو بیان کرنے لگے۔ محبوبہ اور مومن کو علم ہی نہ ہو سکا کہ آخر یہ راز کیوں کر فاش ہو گیا۔ گھر والوں نے لعن طعن کی۔ تو مومن نے حیلہ جوئی سے کام لیا اور روئے پیٹے، پھر:

جھوٹی ایک آدھ قسم کھائی
سمجھے سچ ہے یہ سن وشیدائی(۱۷)

گھر والوں نے مومن کی بات پر اعتبار کر لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکر و فریب اوائل عمر ہی سے مومن کے مزاج کا حصہ تھا۔ جھوٹی قسم سے گھر والوں کو تو مومن خاموش کرانے میں کامیاب ہو گئے مگر عشق کا راز فاش ہونے پر دونوں میں ملاقات کا سلسلہ کچھ وقت کے لیے رک گیا۔ پھر ایک رات اچانک وہ نازنیں ملی اور اپنی رسوائی کا شکوہ کرنے کے بعد اس "عفیفہ" نے یہ تجویز پیش کی کہ اے مومن تو رات کو میرے پاس آیا کر مگر اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ دلی کی شریف زادی تھی، گھر پر ہی بلا سکتی تھی۔ کوئی لکھنو کی طوائف تو نہیں تھی کہ کوٹھے پر بلاتی۔ خیر مومن نے تجویز سنی تو:

کیا کہوں کہ سنتے ہی یہ نوید
ہو گئی کیسی اپنے گھر میں عید
سر کو پاؤں پہ دھر دیا میں نے
سجدہ شکر یوں کیا میں نے(۱۸)

مومن کے اس سجدے کا جواب نہیں، ان ملاقاتوں کا حال ایک زن پیر پر منکشف ہوا تو ایک مرتبہ پھر محبوبہ نے رسوائی کو خوف سے ملاقات ترک کر دی۔ ایک دن وہ مہ لقا کوٹھے پر پھر رہی تھی کہ مومن نے جا لیا اور:

دوڑ کر لگ گیا گلے سے بس

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

زور کرتے ہیں جس طرح بے بس

وہ بہت آپ کو چھڑایا کی

تھی مری جان تلملایا کی

صید آخر ہوئی وہ نازک دوش

حلقۂ دام تھا نہ تھی آغوش(۱۹)

اب محبوبہ سے ملاقات ایک دلالہ کے ذریعے ہونے لگی۔(مثنوی سے یہ احوال نہیں کھلتا کہ دلی کی شریف زادیوں نے ایسی دلالیں اس کام کے لیے فیض آباد یا لکھنو سے منگوائی تھی یا دلی اس معاملے میں خود کفیل تھا)۔ایک دن وہ پیر زال، مہ لقا کا پیغام لے کر مومن کے پاس ائی پیامبر عورت نے مومن کو بند کمرے میں پایا اور اس دلالہ نے مومن کو محبوبہ کا پیغام سنایا، مومن نے کہا کہ وہ دو چار شعر کہہ کے اتا ہے اتنی بات کو دلالہ نے غلط رنگ دیا اور محبوبہ سے جا کر کہا کہ کسی اور سے ملاقات میں مصروف تھا محبوبہ ناراض ہو گئی اور ملاقات کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کہا جا سکتا ہے کہ اس عہد کے شعراء اور ان جیسے علم و دانش رکھنے والے دیگر افراد کا شعور قومی یا ملی سوچ سے ہم آہنگ نہیں ہوا تھا۔اور وہ ابھی تک جسمانی اتصال اور ہوس ناکی کو ہی حاصل زیست سمجھے ہوئے تھے۔مذہب کا چرچا تو بہت تھا مگر مذہب میں پستی، زوال، جنسی کجروی اور عیش و عشرت کے رستے میں رکاوٹ بننے کی صلاحیت نہ تھی۔احسان دانش ضمن میں لکھتے ہیں:

" اس زمانے میں زندگی مختلف خانوں میں بٹی ہوئی تھی رندی اور مذہبیت ایک ساتھ چلتی تھیں۔ان میں اتنا تضاد نہیں تھا جتنا آج نظر آتا ہے۔۔۔۔۔مومن نے اپنے جوانی کا زمانہ ہوس ناکی میں گزارا، جوانی کی ہوسناکی ختم ہو گئی تو مذہب کے پورے معتقد ہو گئے۔"(۲۰)

دوسری مثنوی قصۂ غم(1235ھ) میں مومن نے ایک حسینہ پر دل آجانے کا حال لکھا ہے۔اس مثنوی کے آغاز میں مومن نے دہلی کے حسینوں کا حال لکھا ہے کہ وہ کس قدر ظالم، ستمگر اور عاشق زار کو دکھ دینے والے ہیں۔مومن نے مثنوی میں اس عہد کی اخلاقیات اور معاشرت کا رنگ کچھ یوں دکھایا ہے۔چند شعر دیکھیے:

میں اس پر مروں، مرے نہ پر وہ

میں جان دوں اس پر، اور پر وہ

ہجران کا مجھے ملال ہر دم

غیروں سے اسے وصال ہر دم

یاں چشم میں سرمہ خاک در سے

جھانکے وہ عدو کو چاک در سے

وہ غیروں کے ساتھ شب گزارے

یاں نیند نہ آئے غم کے مارے(۲۱)

ان محبوبوں کی مکاری و عیاری اس عہد کی منافقت اور بے وفائی و فائی کو سامنے لاتی ہے۔مومن اس مثنوی میں "اتصال جسمانی" کی لذتوں کو کچھ زیادہ مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔آج اسے فحش گوئی کا نام دیا جانے لگا ہے مگر اس عہد کا معاشرہ شاید ایسی بے باکی کو برائی تصور نہ کرتا ہو گا۔آپ بھی کچھ اشعار دیکھیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

لب سے مرے لب ملائے رکھنا

بازو سے وہ سر اٹھائے رکھنا

وہ سینے پہ لیٹ کے ستانا

مطلب کے سخن پہ روٹھ جانا

اپنا جو ہوا کچھ اور ارادہ

جی چاہا کچھ اس سے بھی زیادہ

پھر کیا ہی ادا سے کج ادائی

کس ناز سے کرنی ہاتھا پائی

وہ ہاتھ کو رکھ کے جوش انکار

وا کرنے نہ دینا بند شلوار

وہ ہاتھ کو دم بدم جھٹکنا

وہ تکیے پر سر کو دے پٹکنا

وہ نیچے پڑے ہی تل ملانا

قابو سے تڑپ کے نکل جانا(۲۲)

اور آخر تنگ آکر محبوبہ کا کہنا :

ہے تم کو یہی شغل دن رات

اچھی نہیں لگتی مجھ کو یہ بات

بھرتا ہی نہیں ہے جی تیرا بس

کرتا ہی نہیں ہے تو کبھی بس(۲۳)

آخر کار مومن سے کسی وجہ سے یہ محبوبہ بھی ناراض ہو جاتی ہے۔ مومن لاکھ مومنانہ التجائیں کرتے ہیں کہ پھر خلوت خاص میں بلالو مگر شنوائی نہیں ہوتی یوں تیسری محبوبہ کی داستان عشق ختم ہوتی ہے۔

تیسری مثنوی قول غمیں (1236ھ) ایک طوائف سے عشق کے احوال پر مبنی ہے۔ جو دہلی میں کسی رشتہ دار کے ہاں آئی ہوئی تھی۔ مومن کی وہاں پہلے سے آمد و رفت تھی۔ اس کا تخلص صاحب تھا۔ مومن وہاں جاتے شطرنج کی بازی ہوتی، ظرافت کی گرم بازاری اور ہنسی مذاق ہوتا۔ ایک دن صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی مومن چونکہ حکیم بھی تھے اس لیے صاحب نے انہیں اپنے نبض دکھائی تو حکیم مومن مریض کا علاج کرنے سے پہلے ہی مریض عشق بن بیٹھے۔ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں مقیم رہی۔ آخر وہ اپنے وطن لکھنو چلی گئی۔ مومن کی محبت میں بھی پہلے جیسا جوش و ابال نہ رہا۔ اس مثنوی میں مومن کی طبیعت کا جذباتی پن سامنے آتا ہے۔ ظہیر احمد صدیقی، مومن کے اس معاشقے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

امت الفاتمہ سے ملاقات کے داستان بھی دلچسپ ہے ایک دن مومن سیر کے لیے جارہے تھے کہ ایک مکان کے کھڑکی سے اشارہ ہوا. مومن نے ملاقات کی راہ نکالی اور روز " ملنے جاتے۔"(۲۴)

اسی مثنوی کے بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں:

اس حدیث شوق کو سن کر یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ مومن کی آپ بیتی ہے۔"(۲۵)

چوتھی مثنوی تف آتشیں(۱۲۴۱ھ) میں ایک پردہ نشین سے محبت کی داستان بیان ہوئی ہے. مومن اس مثنوی میں اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ طبیعت مشغلہ جو تھی چنانچہ کسی نہ کسی محبوبہ کو پھانس لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ مومن ایک شادی کی تقریب میں متہم تھے اس لیے زنان خانے تک بلا روک ٹوک آجارہے تھے کہ ایک نازنیں پر نگاہ پڑی تو اسے دل دے بیٹھے۔ کچھ دن تو ملاقات کا سلسلہ چلتا رہا مگر ملاقات کچھ آسان نہ تھی اس لیے مومن نے آزمودہ طریقہ اختیار کیا اور ایک محرم راز کے ذریعے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کہتے ہیں:

مجھ کو دل کی بات جو بھائی

محرم راز اک جلد بلائی(۲۶)

یہ مثنوی بھی واقعات فراق پر مبنی ہے۔ اس مثنوی کی یہ خوبی ہے کہ اس مثنوی کے ذریعے مومن دلی کی تہذیب کا ایک رخ دکھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور وہ یہ کہ عشاق کی حالت پر ترس کھا کر محبوبہ تک پیغام لے جانے والی بیسواؤں کی کمی نہ تھی۔

پانچویں مثنوی حنین مغموم(۱۲۴۴ھ) کی ابتداء تو ان ملاقاتوں کے ذکر سے ہوتی ہے جو پردہ نشیں محبوبہ پنچم سے ہوئی تھی۔ مومن، اس محبوبہ کی سنگ دلی پر نہ صرف ناراض اور رنجیدہ نظر آتے ہیں بلکہ مومن کو اس محبوبہ کی پاک دامنی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اس لیے کہتے ہیں:

کچھ نہیں کھلتی ہے وجہ احتراز

پاک دامن ہے وہ تو میں پاک باز

ایسے عاشق سے حذر بے فائدہ

پاس عصمت اس قدر بے فائدہ

کیا ہے آخر فتوی اہل جمال

گر نہیں معشوق عاشق پر حلال

مفتیان عشق لکھتے ہیں تمام

بوالہوس شوہر بھی ہو تو ہے حرام(۲۷)

خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے مفتیان شرع کو اس فتوے سے بچائے رکھا جس کے تحت بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ مومن اس محبوبہ پر بہت ڈورے ڈالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ قاصد بھیجا مگر وہ بھی ناکام آیا۔ بلکہ عتاب کا مضمون لے کر آیا۔ اس پیغام سے مومن کی آس ٹوٹ گئی۔ حسرتوں کا خون ہو گیا۔ اس سے رگ جاں میں صد خلش ہوئی اور مومن کی حالت ہو یہ گئی:

باغ و بستاں مجلس ماتم لگ

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

کنج خلوت کے سوا جی کم لگے(۲۸)

یوں مومن ایک مرتبہ پھر فراق محبوب میں گھلنے لگے۔ جسم کے لیے آسودگی اور انکھوں کی نیند حرام ہو گئی۔ آخر آسمان ظلم و جبر سے باز آیا اور ایک دن ایک پیر زال نے آکر مومن کو خوب برا بھلا بھی کہا اور پیغام دیا کہ اے بے حیا، اے دشمن ناموس و ننگ عاشقی، اے عقل و ہوش کے دشمن، تو نے اپنے ساتھ محبوبہ کو بھی رسوا کر دیا. اس قدر ملامت کے بعد کہا:

اب بھی گر کچھ پاس رسوائی کرو

دور یہ ہنگامہ آرائی کرو

کوئی ملنے کی کروں تدبیر میں

ہجر میں کب تک رہوں دلگیر میں(۲۹)

مومن کہتے ہیں میں نے سرد مہری دکھائی مگر وہ پر فن باز نہ آئی اور نام و پیام جاری رکھا اور چپکے چپکے کچھ ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ مگر اس محبوبہ سے مومن کا دل پھر گیا تھا اس لیے اس محبوبہ کی ہجو میں کئی اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار میں مومن کہیں کہیں ابتذال اور رکاکت پر اتر آئے ہیں۔ ان اشعار کا رنگ دیکھیے:

اس کے سینہ کو کہوں کیا آسماں

جوف یہ سطح مقعر میں کہاں

چھاتیاں وہ کتنی نامعلوم بس

بے گماں دو نقطہ موہوم بس

اس کی جو خوبی تھی سو معیوب تھی

سینہ صافی کتنی نامرغوب تھی

سنبلستان ترخم گیسو سے ناف

نافۂ مشکیں ہجوم مو سے ناف

وہ سرین صاف ست مستوی

ذکر جسم اندیشی کی بالا دوی

پیٹھ کچھوے کی بعینہ پشت پا

خارماہی رشک ہر انگشت پا(۳۰)

اس ہجو کے بعد ایک اور محبوبہ کی داستان چھیڑتے ہیں۔ جس دلربا سے حور و پری بھی چھپتی پھرتی ہیں اس محبوب کو دیکھتے ہی مومن کے ہوش و حواس اڑ گئے، جان پر بجلی گری ۔ آخر مومن کو نئی محبوبہ نے شرف ملاقات بخشا اور پھر ملنے کے وعدے بھی ہوئے۔ مگر اسی اثناء میں پانچویں محبوبہ کو اس حقیقت کا علم ہو جاتا ہے۔ اس نے آکر نئی محبوبہ کے کان بھرے اور دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی۔ مومن نے مثنوی میں بتایا ہے کہ بہت کوششیں کیں تاکہ محبوبہ پھر سے مہربان ہو جائے اور ہم دونوں مل کر اس ستمگر حاسد کو ستائیں مگر مومن کی دال نہ گلی اس موقع پر کلب علی فائق رام پوری کہتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

جب بد سیرت محبوبہ کو نئی محبوبہ سے ربط وضبط کا پتا چلتا ہے وہ آ کر نئی محبوبہ سے مل جاتی ہے اور ان کی سیرت کا نقشہ کچھ اس طرح سے پیش کرتی ہے کہ نئی محبوبہ متنفر ہو جاتی ہے" یہ ہاشمی النسل محبوبہ پاک دامن تھی اور مومن کی ترغیب ناکام رہی۔"(۳۱)

مومن کی چھٹی مثنوی "آہ وزاری مظلوم "(1246ھ) نئی محبوبہ کی داستان فراق ہے۔ ناکامی پر مومن خاموش نہیں ہوئے بلکہ محبوبہ کو ہر طرح سے اپنے دام میں پھنسانے کے لیے کوشاں رہے۔ نامۂ باسوز وگداز میں طرح طرح کی بھونڈی دلیلوں سے محبوبہ کو رام کرنا چاہا ہے۔ کچھ اشعار کا رنگ دیکھیے:

شرط دیں ہے جو پاک دامانی
تو ستم بھی ہے نامسلمانی
دیکھ ایک بے گناہ مرتا ہے
جان تجھ پر نثار کرتا ہے
مجھ سے عاشق کی یوں دل آزاری
ہووے فی النار ایسی دینداری
شعلہ کی طرح ہاتھ ملتا ہوں
بیم دوزخ سے تیری جلتا ہوں
تجھ کو ڈر سوزش الیم سے کیا
حور کو آتش جحیم سے کیا
عذر بیہودہ دل پسند نہیں
باب توبہ ہنوز بند نہیں(۳۲)

مومن کے اشعار یہ عقدہ کھولتے ہیں کہ مومن کی خواہش گناہ اور ہوس ناکی نے اسے اس قدر مغلوب العضب کر رکھا تھا کہ ان کے نزدیک پاک دامنی ایک جرم سے کم تر نہ تھی۔ ان کے نزدیک کسی مستور کا اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرنا بے ہودگی تھا۔ مومن کی تو خواہش ہے اس وقت تک گناہ جاری رکھے جائیں جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔ ابھی بہت سے واقعات پردہ اخفاء میں ہوں گے۔ جو کہیں مذکور نہیں۔

طبقات الشعراء کے مصنف کے بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں:

کریم الدین میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کاروبار شوق کو کھلم کھلا مفصل بیان کرتے. مومن کی معاشرتی حیثیت بہت بلند تھی مومن کا تعلق ایک اونچے طبقے سے تھا کریم " الدین ان کے مقابلے میں کم تر درجے کی حیثیت رکھتے تھے۔"(۳۳)

ان تمام مثنویوں کو دیکھنے کے بعد جس معاشرے اور فرد کی تصویر سامنے آتی ہے وہ اس شخص کی ہے جس کی اخلاقی تربیت میں عورت کی تعظیم وتکریم بے معنی ہے۔ جو بے راہ روی اور ہوس پرستی کو عشق سمجھتا ہے؛ جو ہوسناکی کے سبب سے شریف اور رزیل کی تمیز کھو بیٹھا ہے، جو خواہشات نفسانی کی تکمیل کو مقصد زندگی سمجھتا ہے؛ جو شرفا کی باحیاو باعصمت مستورات کو شاعری کے ذریعے رسوا کرنے میں باک محسوس نہیں کرتا۔ مغلیہ سلطنت کی تہذیب میں اس اخلاقی انحطاط کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یہ اس معاشرے کی تصویر ہے جو عورت کے جسم کے لیے ہر حد کو پار کرنے میں طمانیت محسوس کرتی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک زندگی کا حاصل ہی عورت اور لذت کیشی ہے۔

یوں تو اس پستی کی ابتدا اورنگزیب کے مذہبی تعصبات اور جوع الارض کی بھوک سے شروع ہوتی ہے۔ جس کی تکمیل کے لیے اس نے دکن کے عظیم الشان مسلم ریاستوں کو تہس نہس کر دیا تھا۔ پھر بعد میں جب اس کے سیاسی جانشینوں کی کور چشمی کے سبب سے مرکز کمزور ہونے لگا، تو دولت کے فراوانی سے وجود میں آنے والا دہلی کا معاشرہ اور تہذیب دھوکہ دہی اور قتل و غارتگری کا گھر بن گیا۔ بے راہروی عام ہو گئی۔ اس پر مستزاد حکمرانوں کی جبلی عیش کوشی اور نااہلی نے دہلوی تہذیب اور ماحول پر بدکرداری، بے غیرتی اور بد چلنی کی چھاپ پختہ کر دی۔ یہاں تک کہ غلام قادر روہیلہ کالال قلع دہلی میں داخل ہو کر شہزادوں اور شہزادیوں کو گالیاں دینا کوڑے لگانا اور پھر انہیں ناچنے کا حکم دینا اہل دہلی کے بے معنی ہو گیا۔ اس موقع پر غلام قادر روحیلہ کا ایک شہزادے کے زانو پر سر رکھ کر سو جانا یہ بتاتا ہے کہ مغل اب اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے بھی تلوار کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔ علاوہ ازیں ادنی درجے کی عورتوں کا بعض اوقات پورے دربار پر غلبہ حاصل کر لینا اور بعض نام نہاد صوفیوں کا امرد پرستی کی لعنت کو پھیلانا، یہاں تک کہ دہلی میں طفلان تہ بازار اور کج کلاہ لونڈوں کی تعداد میں اضافہ ہونا، جن میں معزز گھرانوں کے چشم چراغ بھی شامل تھے۔ یہ واقعات و حالات بتاتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے ہی شہر کی بہو بیٹیوں سے انکھیں لڑانے کے واقعات کو عشقیہ شاعری کا موضوع بنائے تو تعجب انگیز نہیں۔

اب اگر کچھ بے ضمیر لوگ ان گھروں کو جہاں تماش بھی جمع ہوتے ہوں، اسلامی تہذیب و ثقافت کے نمائندہ افراد قرار دے ڈالیں، تو اس سفلہ پروری کو کیا نام دیا جائے۔ جب لونڈیاں طواءفیں اور ڈومنیاں محل سراؤں میں جا بیٹھیں اور ان کے ایک اشارے سے ملاحوں کو بے گناہوں کی کشتی ڈبونے کا حکم ہو جائے اور پھر بھی بے ضمیر لوگ ایسے معاشرے کو پاکیزہ اور شائستہ معاشرہ کہتے نہ تھکیں تو یقینا باضمیر ذہن اس طرز حکمرانی اور ان حکمرانوں پر ضرور نفرین کرتے رہیں گے۔ جہاں بداخلاقی اور بد چلنی کی گرم بازاری یہاں تک جا پہنچے کہ شہزادیاں اپنے ادنی ملازموں سے اختلاط رکھیں اور اچھے کھانوں کے لیے باورچیوں سے شادیاں رچائیں، تو کوئی باضمیر کیوں کر اس تہذیب کی پیروی کو باعث افتخار قرار دے گا۔ چنانچہ فریب کاری، مفت خوری، بے حسی اور بے غیرتی کے باعث ایسی ملامت خیز ذہنیت وجود میں آئی کہ ہر کہ و مہ گلے میں برائے فروخت کا اشتہار لٹکا کر مختلف درباروں کو للچائی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ایسے میں دلی میں باقی رہ جانے والے شعراء و ادبا اگر ہوسناکی کو عشق کو تصوف کا نام دے کر کھل کھیلنے لگے تو حیرت کس بات کی۔ اگر مومن نے اپنی مثنویات میں ہوسناکی کو عشق کا قیمتی لباس پہنا کر پیش کیا ہے تو یہ اس عہد کا المیہ ہے کہ اس عہد میں کبھی کم ظرفی، کوتاہی، بے حسی اور کام چوری تصوف کے لبادے میں چھپانے کی کوشش کی گئی، تو کبھی داخلیت کا ڈھونگ رچایا گیا۔ جس سے قوم کو بے ہمتی اور بزدلی کا ایسا درس ملا کہ پوری قوم ہی ذوق عمل سے عاری ہو گئی۔ مردانگی کا معیار صرف یہ باقی رہ گیا کہ کسی طرح پردہ نشین عورتوں کو اپنے دام آز میں لایا جا سکتا ہے۔ مومن نے اپنی مثنویات کے ذریعے ان تمام حالات و کیفیات کو پیش کر دیا ہے۔ اور اپنا تخلص مومن رکھ کر ہر عہد کے اہل ذوق کو دعوت فکر دی ہے کہ دہلی کے جو اخلاق باختہ افراد اپنے ہوس ناکی کو تصوف کے پردے میں چھپائے مومن کامل بنے پھرتے ہیں ان کا حقیقی کردار کس قدر مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مومن خان نے اپنا تخلص مومن طنزا" اختیار کیا ہو۔ اگرچہ مومن کے ناقدین نے اس پہلو پر غور نہیں کیا۔

حوالہ جات:-

1۔ اثر، میر خواب و خیال مرتبہ عبدالحق مولوی انجمن اردو پریس اردو باغ اورنگ آباد (دکن) ص-۹۱ -۱

2۔ ایضا" ص-۹۴ -۲

3۔ ایضا" س-.۷-۱۷ -۳

4۔ پالوی، عطااللہ تذکرۂ شوق مکتبۂ جدید لاہور ص-۱۳۶ -۴

5۔ عرش، ضمیر الدین احمد حیات مومن سید اشتیاق حسین شوق دریبہ کلاں دہلی ص۔۱۰۶ -۵

6۔ نیر، حکم چند ڈاکٹر مومن کی شخصیت کے بعض پہلو مشمولہ مومن خاں مومن حیات و شاعری مرتبہ پروفیسر نذیر احمد غالب انسٹیٹوٹ نئی دہلی دسمبر، ۱۹۹۱ء ص-۲۴ -۶

7۔ صدیقی، ظہیر احمد ہندوستانی ادب کے معمار ساہتیہ اکیڈمی دہلی پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء ص-۲۳ -۷

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

8۔ایضا"ص-۵۱ ۔۸
9۔نیر، حکم چند ڈاکٹر مومن کی شخصیت کے بعض پہلو مشمولہ مومن خاں مومن حیات و شاعری مرتبہ پروفیسر نذیر احمد غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی دسمبر، ۱۹۹۱ء ص-۲۷ ۔۹
10۔ایضا"ص۔۲۷ ۔۱۰
11۔ایضا"ص۔۳۰ ۔۱۱
12۔فائق، کلب علی خاں، رام پوری مومن حالات زندگی اور ان کے کلام پر تنقیدی نظر مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۱ء ص-۵۸ ۔۱۲
13۔مومن، مومن خاں، کلیات مومن جلد دوم مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۴ء ص-۱۳۱-۱۳۲-۱۳
14۔ایضا"ص-۱۴۱ ۔۱۴
15۔ایضا"ص-۱۴۳ ۔۱۵
16۔ایضا"ص-۱۴۴ ۔۱۶
17۔ایضا"ص۔۱۵۸ ۔۱۷
18۔ایضا"ص-۱۶۳ ۔۱۸
19۔ایضا"ص-۱۷۲ ۔۱۹
20۔دانش، احسان حیات و شاعری مومن مکتبہ قصر اردو، اردو بازار دہلی بار اول ۱۹۶۵ء ص۔۴۳ ۔۲۰
21۔مومن، خاں مومن کلیات مومن جلد دوم مجلس ترقی ادب لاہور ص ۱۸۳-۱۸۴ ۔۲۱
22۔ایضا"ص-۲۱۲-۲۱۳-۲۲
23۔ایضا"ص۔۲۱۳ ۔۲۳
24۔صدیقی، ظہیر احمد ہندوستانی ادب کے معمار ساہتیہ اکیڈمی دہلی ۱۹۸۵ص۔۲۳ ۔۲۴
25۔بریلوی عبادت ڈاکٹر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس سوئیوالان دہلی بار اول ۱۹۷۵ء ص-۵۱ ۔۲۵
26۔مومن، خاں مومن کلیات مومن جلد دوم مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور ص-۵۱ ۔۲۶
27۔ایضا"ص-۳۱۳ ۔۲۷
28۔ایضا"ص-۳۲۰ ۔۲۸
29۔ایضا"ص-۳۲۴-۳۲۵-۲۹
30۔ایضا"ص-۳۳۰-۳۳۱ ۔۳۰
31۔فائق، کلب علی خاں رام پوری، مومن حالت زندگی اور ان کے کلام پر تنقیدی نظر مجلس ترقی ادب بار اول ۱۹۶۱ء ص-۶۷ ۔۳۱
32۔مومن، خاں مومن کلیات مومن مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور ص-۴۰۳ ۔۳۲
33۔بریلوی، عبادت ڈاکٹر مومن اور مطالعہ مومن ۔۳۳